

اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل و حفاظت میں

حلیہ کابینہ سادی کردار

مفت اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی



مجلس نشریات اسلامیہ

۱۔ کے۔ ۳۔ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل و حفاظت میں

حدیث کا بنیادی کردار

مفت اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مجلس نشریات اسلامیہ

اے۔ ۳ ناظم آباد مینشن - ناظم آباد کراچی ۷۴۰۰۰

جملہ حقوق طباعت و اشاعت پاکستان میں
بحق فضل ربی ندوی محفوظ ہیں۔

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

- ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند
- صدر مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ۔ صدر مجلس انتظامی و مجلس دارالمنصفین عظیم گڑھ
- رکن عربی اکادمی دمشق۔ رکن مجلس شوریٰ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ
- رکن مجلس تائیس رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ۔ رکن مجلس عاملہ موتمر عالم اسلامی بیروت
- صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔ صدر رابطۃ الادب الاسلامی العالمیۃ
- رکن مجلس انتظامی اسلامک سینٹر جنیوا
- سابق وزیٹنگ پروفیسر دمشق یونیورسٹی و مدینہ یونیورسٹی
- صدر آکسفورڈ سینٹر لایس اسلامک اسٹڈیز آکسفورڈ یونیورسٹی آکسفورڈ۔

نام کتاب _____ اسلامی فرق و ماحول کی تشکیل میں حدیث کا بنیادی کردار
تصنیف _____ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
طباعت _____ القادر پرنٹنگ پریس دہراچہ
صفحات _____ ۳۸ صفحات

ٹیلیفون : ۶۶۰۱۸۱۷

اشاکٹ: مکتبہ ندوۃ قائم سینٹر۔ اردو بازار کراچی

ناشر

فضلہ ربیہ ندوی

مجلس نشریات اسلام ۱۔ ۲۔ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

فہرست عناوین

”اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل و حفاظت میں
حدیث کا بنیادی کردار“

- ۵ پیش لفظ
- ۹ بحشت محمدی کے مقاصد اور شعبہ ہائے پیمائش
- ۱۰ وہ عناصر و عوامل جنہوں نے صحیح اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل کی
- ۱۲ صحابہ کرام کی اسلامی زندگی میں ذوق، مشاہدہ اور صحبت کا حصہ
- ۱۴ قرآنی اخلاق
- ۱۶ احکام پر سہولت عمل کرنے کے لئے مناسب ماحول اور سازگار فضا کی ضرورت
- ۱۸ قدیم مذاہب نے کس طرح اپنے انبیاء کے صحیح احوال و اقوال کو گم کر دیا؟
- ۱۹ خلا کو پر کرنے کی کوشش اور بزرگوں کے حکایات و ملفوظات کے مجموعے
- ۲۰ انبیاء سابقین کی سیرتوں اور حدیث و سیرت نبوی کا ایک سرسری موازنہ
- ۲۶ کتب حدیث و سیرت کی صحت و استناد اور ان کی جامعیت و احتواء
- ۲۹ حدیث مسلمانوں کی مستند زندگی کے معیار و میزان کی حیثیت سے

حدیث، احتساب امت کا ایک طاقتور ذریعہ اور مصلحین و مجددین امت کی ایک تربیت گاہ ۳۰

تاریخ کی معتبر شہادت، اور اصلاح و تجدید کی تحریکوں میں حدیث و سنت کا بنیادی حصہ ۳۱

امت میں دینی ذوق اور اسلامی مزاج کا تسلسل و توارث ۳۹

انکار حدیث کے نئے محرکات و عوامل ۴۱

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

پیش نظر رسالہ رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) کے توسیعی خطبات کی ایک کڑی ہے رابطہ ہر سال موسم حج میں مختلف ممالک کے ممتاز اہل علم و اہل نظر کے مطالعہ و تحقیق اور افکار و خیالات سے موسم حج میں آئے ہوئے صاحبِ دوقیٰ و حاج اور مکہ معظمہ کے اہل علم و طلب کو مستفید ہونے کا موقع دیتا ہے اور رابطہ کے مرکز کے ویب کا فرنس ہال میں ان کی تقریروں اور مقالات کے سنانے کا انتظام کیا جاتا ہے اس سال (۱۴۳۱ھ) اس کے سکرٹری جنرل معالی الشیخ محمد علی الحارکان نے مجھ سے فرمائش کی کہ میں اس سال کے دورہ محاضرات کا افتتاح کروں اور ”حجیت حدیث“ پر مقالہ پڑھوں، میں نے شکریہ کے ساتھ یہ دعوت قبول کی، لیکن موضوع میں کسی قدر ترمیم کی تجویز پیش کی کہ حجیت حدیث کے موضوع پر بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے، خاص طور پر ہمارے فاضل دوست اور مجاہد داعی دین ڈاکٹر مصطفیٰ الباعلی کی فاضلہ و محققانہ کتاب ”السنة ومكانتها في التشريع الاسلامي“ اس موضوع پر کافی وافی ہے، میں نے اپنے لئے ”اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل و حفاظت میں حدیث کا بنیادی کردار“ کا موضوع منتخب کیا، شیخ محمد علی الحارکان اور محاضرات کی تنظیمی مجلس نے میرے اس خیال سے اتفاق کیا اور مجھے اس موضوع پر لکھنے اور بولنے کی اجازت دی، یہ مقالہ شنبہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ

(۳۱ ستمبر ۱۹۸۱ء) کی شب میں پڑھا گیا، اس موقع پر نغدہ علیاؑ کے کہ وجامعہ ملک عبدالعزیز کے اساتذہ اور اہل علم اور اہل ذوق حجاج کی ایک تعداد موجود تھی۔

اس مقالہ میں ایک نئے زاویہ نگاہ اور ایک نئے اسلوب سے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ حدیث مسلمانوں کی زندگی میں کیا مقام رکھتی ہے، امت کو سنت کی کس قدر ضرورت ہے اور اس امت کے سنت مطہرہ سے رشتہ منقطع ہو جانے اور حدیث نبویؐ کے سراپہ سے محروم ہو جانے میں امت کا کتنا بڑا خسارہ اور وجود اسلامی کے لئے کتنا بڑا خطرہ مضمر ہے، حدیث کے سند و بحیثیت ہونے کے بارے میں شک و شبہ و بے اعتمادی پیدا کرنے کی عالم اسلام کے بعض گوشوں میں جو تحریک چل رہی ہے وہ اسلام کے خلاف کتنی گہری اور خطرناک سازش ہے اور اس کے پیچھے کون سے مقاصد و محرکات سرگرم عمل ہیں۔

اس مقالہ میں بار بار لکھی اور کہی ہوئی چیزوں اور دلائل کے اعادہ سے احتراز کیا گیا ہے کہ اس پر ایک پورا کتب خانہ تیار ہو چکا ہے، راقم نے اپنے اس مقالہ میں اس جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے ذہن و نفسیات کی رعایت کی ہے جس کی ذہنی قہمیت و معلومات مغربی مصنفین اور مشرقین کی کتابوں کے ساتھ پر داختم ہیں، اور جو دقیق علمی بحثوں اور فنی اصطلاحات و تفصیلات سے نہ صرف نامانوس بلکہ متوتخس ہے، جس کی زبان و قلم پر اکثر یہ سوال آتا رہتا ہے کہ حدیث کی علمی قیمت و افادیت کیا ہے؟ وہ ایک مسلمان کی عملی زندگی کے لئے کیوں ضروری ہے؟ اس کے نہ ہونے یا اس سے صرف نظر کر لینے سے ہماری اجتماعی زندگی اور مسلم معاشرہ میں کیا خلا واقع ہوتا، اور کیا نقص لازم آتا ہے؟ یہ سوال کبھی بے تکلفی کے ساتھ زبان و قلم پر آ جاتا ہے، اور کبھی دل و دماغ کی غلش بن کر سینوں میں نہاں رہ جاتا ہے، راقم سطور نے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے، اس کو امید ہے کہ

اس سے وہ "حسابی ذہن" بھی مطمئن ہوگا، جو نظریات اور عقلی احتمالات سے بالعموم گریز کرتا ہے، اور صرف واقعات و حقائق کے سامنے اور ریاضی کے بدیہی نتائج کے طرز کی چیزوں کے سامنے سپر ڈالنے کا عادی ہے، اس مقالے میں جو کوئی مستقل تصنیف اور علمی و تحقیقی کتاب کی حیثیت نہیں رکھتا، مسئلہ کا حقیقت پسندانہ، انسانی نفسیات، زندگی کے حقائق اور تاریخ کی ناقابل انکار شہادتوں کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے، امید ہے کہ وہ سب حضرات جو حدیث کی ضرورت و افادیت کو تعصبات و مفروضات سے خالی الذہن ہو کر خلوص، صدق طلب اور سلامت فکر کے ساتھ سمجھنا چاہتے ہیں، انشاء اللہ اس مقالہ سے مطمئن ہوں گے، اور شاید ان کو مزید مطالعہ اور حدیث و سنت کے قیمتی سرمایہ کو قدر و عظمت کی نظر سے دیکھنے کی توفیق ہو۔

راقم السطور نے اس موضوع کے بعض پہلوؤں پر عرضہ ہوا اردو میں بھی کچھ لکھا تھا، اس اردو ایڈیشن میں اس کو بعینہ لے لیا گیا ہے، جو حصہ اردو میں نہیں تھا، اصلاً عربی ہی میں لکھا گیا اس کا ترجمہ عزیز میٹھی لوسی سید سلمان ندوی سلمہ (مدرسہ دارالعلوم ندوۃ العلماء) نے جو سفر حجاز میں راقم کے ساتھ تھے، بڑی خوبی سے کیا، اب یہ رسالہ اردو و اردو حضرات اور اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کی خدمت میں "مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ" کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے، خدا سے دعا ہے کہ وہ اپنے مقصد میں مؤثر و کامیاب ثابت ہوں، اور اس کو حدیث و سنت کی خدمت کے مبارک و زریں

لے اس کا ایک حصہ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی مقبول کتاب "تعارف الحدیث" جلد دوم کے مقدمہ میں

(جو راقم سطور کے قلم سے ہے) شامل ہے۔ (ص ۲۱ تا ۲۲)

سلسلہ میں کوئی جگہ مل جائے کہ اس سے بڑھ کر مصنف کے لئے سعادت و مسرت کی
کوئی بات نہیں۔ ع

بلبل ہیں کہ قافیہ گل شود بس است

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم الشریعہ
رائے بریلی

۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ
۲۲ نومبر ۱۹۸۱ء

www.ownislam.com

اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل و حفاظت میں حدیث کا بنیادی کردار

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

بغشت محمدی کے مقاصد اور شعبہ ہائے چہارگانہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغشت و تعلیم کے مقاصد و نتائج جہاں قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں وہاں صراحتہً ان چار چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے (۱) تلاوت (۲) تعلیم کتاب (۳) تعلیم حکمت (۴) تزکیہ نفس۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا
مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِذْ كُنَّا
مِنْ قَبْلُ لَنَفْقَهُ صَلَاحُ مَسِيحٍ ۝

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول
انھیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی
آیتیں پڑھاتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور
انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور مہینک ۵

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكَم رَسُولًا نَّبِّئُكُمْ بِتِلْكَ
عَلَيْكُمْ الْيَتِيمَ وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
اس سے پہلے مہینک گواہی میں تھے۔
جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے
بھیجا تو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور

وَالْحِكْمَةُ وَبِعِلْمِكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝
 تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

درحقیقت بعثت محمدی ان چاروں شعبوں پر مشتمل تھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح دنیا کو نیا آسمانی صحیفہ عطا کیا، نیا علم و حکمت عطا کیا، اسی طرح نئے اخلاق، نئے جذبات و کیفیات، نیا یقین و ایمان، نیا ذوق و شوق، نئی بلند نظری، نیا جذبہ، نیا اثر و نیا ثقب آخرت، نیا جذبہ زہد و فطانت، دنیا کی متاع حقیر اور دولت فانی کی تحقیر، نئی محبت و الفت، حسن سلوک و بہمدردی، برتر و مہمانان، مکالم اخلاق، اسی طرح سے نیا ذوق عبادت، خوف و خشیت، توبہ و انابت، دعا و تضرع کی دولت عطا فرمائی، اور انھیں خصوصیتوں کی بنیاد پر وہ نیا اسلامی معاشرہ اور دینی ماحول قائم ہوا جس کو ”عہد رسالت“ اور ”عہد صحابہ“ کے لفظ سے عام طور پر تعبیر کیا جاتا ہے، صحابہ کرامؓ ان مقاصد و نتائج بعثت کے کامل ترین نمائندہ اور بہترین نمونہ تھے اگر ان شعبہائے نبوت کو عام زندگی میں چلایا کر دیکھنا ہو تو صحابہ کرامؓ کی جماعت کو دیکھ لیا جائے۔

وہ عناصر و عوامل جنہوں نے صحیح اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل کی

یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت و رسالت تعلیم ان تمام سعادتوں کا حشر تھی اور اس سے یہ پوری زندگی اور قرن اول کا اسلامی معاشرہ وجود میں آیا لیکن اگر اس کے طریق عمل کی تفصیل اور اس کے ذرائع و وسائل کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس خیر العقول

انقلاب کا ذریعہ اور اس نئے معاشرہ اور نئی امت کی تشکیل کے عناصر و ارکان یہ تین چیزیں تھیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی، آپ کی زندگی، سیرت و اخلاق۔

۲۔ قرآن مجید۔

۳۔ آپ کے ارشادات و ہدایات، مواظب و نصائح اور تعلیم و تلقین۔

اگر غور کیا جائیگا تو معلوم ہوگا کہ بشت نبوی کے مقاصد و نتائج کے کامل ظہور میں اور جدید امت کی تعمیر و تشکیل میں ان تینوں عناصر و ارکان کا دخل ہے، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ان تینوں کے بغیر ایک مکمل معاشرہ، مکمل زندگی، اور ایک ایسی ہیئت اجتماعی جس میں عقائد، اعمال، اخلاق، جذبات، اذواق، رجحانات، تعلقات، سب ہی ہوں وجود میں نہیں آسکتی، زندگی کے لئے زندگی شرط ہے، یہاں دین کے دیا جاتا ہے، صحابہ کرام اور ان کے صحیح بائیں کی زندگی میں ہیں عقائد و اعمال کے ساتھ جو خالص اسلامی اخلاق، اور اس کے ساتھ جو اعلیٰ اذواق اور گہرے دینی جذبات اور دینی کیفیات نظر آتی ہیں، وہ تنہا تلاوت کتاب کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس کا دل ترین، موثر ترین، محبوب ترین زندگی کا بھی نتیجہ ہے، جو شب و روز ان کے سامنے رہتی تھی، اس سیرت و اخلاق کا بھی نتیجہ ہے، جو ان کی آنکھوں کے سامنے تھے، اور ان مجالس اور صحبتوں کا بھی فیض ہے، اور ان ارشادات و نصائح و تلقین کا بھی جس سے وہ متاثر و متاثر ہوئے تھے، اس کے مجموعہ سے اسلام کا وہ مزاج خاص وجود میں آیا جس میں صرف قواعد و ضوابط اور ان کی قانونی پابندی نہ تھی، بلکہ ان پر عمل کرنے کے محرکات و ترغیبات اور عمل کی صحیح کیفیات اور روح بھی تھی، حدود کی پابندی اور شوق کی ادائی کے ساتھ لطیف احساسات اور مکام اخلاق کے دلائل بھی تھے۔

صحابہ کرامؓ کی اسلامی زندگی میں ذوق، مشاہد اور صحبت کا حصہ

صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید سے "اقامۃ صلوٰۃ" کا حکم پایا تھا اور اَللّٰہِیْتَ هُمْ فِی صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَؓ کی تعریف بھی سنی تھی، مگر انھوں نے اس کی صحیح کیفیت اسی وقت معلوم کی جب آپ کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور آپ کے رکوع و سجود کی کیفیت دیکھی جس کو انھوں نے "سمع لہ ازینا کلمۃ المرسل من البکاء" (ہم آپ کے سینہ کی آواز فرط گریہ سے اس طرح سنتے تھے، جیسے ہانڈی یا بال آلتا ہے) کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے، انھوں نے قرآن مجید سے سمجھا تھا کہ نماز مومن کا ایک جوئے عمل ہے، لیکن جب تک انھوں نے زبان نبوی سے "وجعل خیرۃ عینی فی الصلاۃ" (میرے آنکھوں کی ٹھنڈک نمازیں ہے) اور بے قراری اور انتہائے شوق و اضطراب کے ساتھ تِلْکَ اَمَامِ الصَّلَاۃِ اِمْنًا بِہَاؓ (بلالؓ کی اقامت کہہ کر مجھے آرام پہنچاؤ) نہیں سنا، ان کو نماز کے ساتھ اس عشق و شغف کا اندازہ نہیں ہوا، اسی طرح جب تک انھوں نے خاصان امت کے سلسلہ میں "وجعل قلبہ مُعلّقٌ فِی الْمَسْجِدِ" (ان کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے، مسجد سے نکل کر جب تک دوبارہ مسجد میں آتے ان کو چین نہیں آتا) کے الفاظ نہیں سنے، ان کو مسجد اور قلب مومن کا باہمی تعلق معلوم نہیں ہو سکا، انھوں نے قرآن مجید میں بار بار دعا کی ترغیب دیکھی تھی، دعا مانگنے والوں پر عتاب بھی سنا تھا، اور تضرع و انتہال (گریہ وزاری اور الحاح و اصرار) کے الفاظ و مفہوم سے بھی وہ آشنا تھے، لیکن اس کی حقیقت انھوں نے اس وقت جانی جب انھوں نے میدانِ بدر میں آپ کو خاک پر سر رکھے یہ الفاظ کہتے سنا کہ اللھم انشدک عہدک و وعدک اللھم ان شئت

لہ المؤمنون ۲۔ ۱۔ اللھم انشدک عہدک و وعدک اللھم ان شئت

لم تعبدن۔ (اے اللہ میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں) اے اللہ اگر تو چاہے۔ اس ٹھٹی بھر جماعت کو ہلاک کرنا۔ تو تیری عبادت نہ ہو) اور بے قراری کی وہ کیفیت دکھی جو ابو بکرؓ نے نہ دکھی جاسکی یہاں تک کہ انھوں نے عرض کیا حسبک (یا رسول اللہ کافی ہے) ان کو معلوم تھا کہ دعا کی روح، بندگی اور اپنی عجز و در ماندگی کا اظہار ہے اور جس دعائیں یہ جوہر جس قدر زیادہ ہو اسی قدر وہ دعا قیمتی ہے، لیکن بندگی اور عجز و در ماندگی کی حقیقت ان کو جب معلوم ہوئی جب انھوں نے عرفات میں آپ کو یہ کہتے سنا۔

اللهم انک سمع کلامی وترى مکانی	اے اللہ تو میری بات کو سنتا ہے اور میری جگہ
وتعلم سیرتی وعلانیاتی لا تخفی	کو دیکھتا ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر کو
علیک شئ من امری وانا لایأس	مبانتا ہے تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں
الفقیر المستغیث المستعیر الوہل	رہکتی ہیں مصیبت زدہ ہوں محتاج ہوں
المشفق المقر المعترف بذنوبی أسألك	فریادی ہوں پناہ جو ہوں پریشان ہوں،
مسألة المسکین وابتذل الیلہ ابتہال	ہر حال میں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار کرنے
المذنب الذلیل وأدعوك دعاء	والا ہوں اعتراف کرنے والا ہوں تیرے
الخائف الصریخ ودعاء من خضعت	اگے سوال کرتا ہوں جیسے بکس وال کرتے
لک رقبتہ، وفاضلت لک عبرتہ	ہیں تیرے اگے گڑا کرتا ہوں جیسے گنہگار
وذلل لک جسمہ، ورغم لک أنفہ	وذلیل و غوار گزارا کرتا ہے اور تجھ سے طلب
اللهم لا تجعلنی بد عائنک شقیقاً	کرتا ہوں جیسے خوفزدہ آفت رینہ طلب کرتا
وکن لی رءفاً رحیماً، یا خیر المسؤلین	ہے اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہے جس کی

اے صحیح بخاری کتاب العزای۔

و یاغیر المعطین

گردن تیرے سامنے جھکی ہو اور اس کے
آنسو بہہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ
تیرے آگے فرو تنی کئے ہوئے ہو اور اپنی
ناک تیرے سامنے رکڑ رہا ہوا اے اللہ تو
مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ،
اور میرے حق میں بڑا مہربان نہایت رحم
کرنے والا ہو جا، اے سب مانگنے والوں
سے بہتر اے سب دینے والوں سے اچھے۔

قرآنی اخلاق

قرآن کے مخاطبین اولین نے قرآن مجید میں دنیا کی بے حقیقتی و بے ثباتی اور آخرت کی
اہمیت اور پائیداری کا ذکر چڑھا تھا، اور قَعَاهُذِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الْاَلَهٰوُ وَّلَعِبٌ وَّرَاتَ
الدَّارِ الْاٰخِرَةِ لَعَلَّی الْخٰیصَاتِ (اور دنیا کی یہ زندگی محض کھیل و فراغت ہے اور آخرت کا گھر ہی
اصل زندگی ہے) کے الفاظ ان کو یاد تھے، مگر اس کی حقیقت اور علی الغیب ان کو آپ کی زندگی
ہی سے معلوم ہوئی اور آپ کے طرز زندگی اور گھر کے نقشہ کو دیکھ کر ہی وہ سمجھے کہ آخرت کو
اصل زندگی سمجھنے کا کیا مطلب ہوتا ہے اور آخرت کو اصل زندگی سمجھنے والوں اور اللہ ہم
اِنَّ الْعِیْشَیْ عِیْشَ الْاٰخِرَةِ پر ایمان رکھنے والوں کی خانگی زندگی اور معیشت کیا ہوتی ہے اس
عملی نقشہ اور اجمالی ترغیب کے ساتھ جب ان کے سامنے ارشادِ نبوی میں جہنم کے شرائد و ضلالتیں
لے کثر العمال من ابن عباسؓ ۱۵ الروم - ۶۴ صحیح بخاری کتاب المغازی

اور جنت کے انعامات و لذائذ کی تفصیل اور تصویر آتی تو ان کے اندر خوف اور شوق کی ملی جلی کیفیت پیدا ہوتی اور ان دونوں کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت کھینچا رہتا۔

اسی طرح وہ رحمت و تواضع، خلق، رفیق جیسے اخلاق و تعلیمات کے مفہوم سے آشنا تھے،

صاحبِ زبان بھی تھے اور قرآن مجید میں صاحبِ نظر بھی تھے، لیکن ان الفاظ کی وسعت، علمی زندگی

میں ان کی تطبیق، نیز صحیح عمل ان کو صرف اس وقت معلوم ہوا جب انھوں نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمزوروں، عورتوں، بچوں، یتیموں، غریبوں، بوڑھوں اور اپنے عام رفقاء

و اصحاب اہل خانہ اور عوام کے ساتھ برتاؤ دیکھا، اور آپ کی اس بارے میں ہدایات، وصیتیں،

اور ارشادات سنے، ان کو عامۃ المسلمین کے حقوق کے ادا کرنے کی اجمالی ہدایت قرآن سے

مل چکی تھی، مگر اس کی بہت سی صورتیں مثلاً عبادتِ مریض، اتباعِ جنازہ، تشییتِ عاقل

وغیرہ وغیرہ) ایسی تھیں جو شاید انھوں اسلامی کے ذہن میں خود نہ آتیں اور اگر آتیں تو

ان کی اہمیت نہ معلوم ہوتی، اسی طرح والدین و اہل حقوق کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم

قرآن مجید میں پورے شد و مد کے ساتھ ہے مگر کتنے معلمین اخلاق ہیں جن کا ذہن والدین

کے ساتھ حسن سلوک ادا کے حقوق کے اس رفیع و بدیع مقام تک پہنچتا جس کا اظہار حدیث

نبوی "ان من ابیر البرصلة الرجل اهل و ذلہ" بعد اُن یونی" (فرزند کے حسن سلوک و فادار

کا بہترین درجہ یہ ہے کہ وہ اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں اور اہل بیت کے ساتھ

سلوک کرے) اور کتنے ذہین ہیں جو وفاداری اور شرافت کے اس مقام بلند تک پہنچ سکتے،

جس کا اظہار اس روایت سے ہوتا ہے "ربما ذم الشاة ثم یقطعها اعضاءا ثم یحییٰها فی

صدائق خدیجہ" (اور کبکثرت ایسا ہوتا کہ آپ کے یہاں کبریٰ ذبح ہوتی تو آپ اس کے پارچے

الگ الگ کرتے، پھر وہ ٹکڑے اپنی مرحوم بیوی حدیث سے میل محبت رکھتے والیوں کے یہاں بھیجتے۔
حدیث کے شعبہ معاشرت و اخلاق کی یہ دو تین مثالیں ہیں، جن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ
حدیث زندگی کے مختلف شعبوں میں کیسی رہنمائی کرتی ہے اور کیسا نیا علم عطا کرتی ہے اور وہ
انسانیت کے لئے کیسا بیش بہا خزانہ ہے۔

احکام پر سہولت عمل کرنے کے لئے مناسب ماحول و ر ساز گار فضا کی ضرورت

دوسری طرف مذاہب و ادیان کی تاریخ کا یہ طویل و سلسل تجربہ ہے کہ محض ایک اجمالی او
قانونی حکم اور ضابطہ کسی عمل کو اپنی صحیح روح اور کیفیات کے ساتھ وجود میں لانے کے لئے کافی
نہیں ہوتا اور وہ فضا پیدا نہیں کرتا جو اس عمل کو موثر اور نتیجہ بنانے کے لئے درکار ہے، مثال
کے طور پر اقامت صلوٰۃ کا اجمالی حکم وہ کیفیت ماحول اور فضا نہیں پیدا کر سکتا جو نماز کی
روح و جسم کی حفاظت اس کی پابندی اور اس کے صحیح روحانی، ذہنی، قلبی، اجتماعی اور اخلاقی
نتائج و اثرات کے بروئے کار آنے کے لئے معاون و مددگار ہے اس کے لئے ان مبادی
و مقدمات آداب و ہدایات کی ضرورت ہے جو اس عمل کو بہتر نشان و قیہ و موثر بنائیں
اسی بنا پر نماز کے لئے خود قرآن مجید میں وضو، طہارت، شعور و تغفل، خشوع و خضوع، سکوت
و قنوت اور جماعت کا حکم دیا گیا ہے لیکن اہل نظر سے مخفی نہیں کہ اس میں ضروری و قابل عمل
حد تک جس قدر آداب فضائل اور خارجی انتظامات کا اضافہ ہوگا، وہ فضا اور ماحول تیار ہوگا
جس میں نماز اپنے پورے ثمرات اور روحانی و اجتماعی و اخلاقی اثرات ظاہر کرے گی اور حدیث
و سیرت کا مطالعہ کرنے والے، اور ان پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کے عمل اور آپ کے ارشادات و ہدایات نے اس میں وہ معقول اضافہ کیا ہے،

جس سے نماز تزکیہ نفس، تربیت اخلاق اور توجہ الی اللہ و انقطاع عن الخلق، نیز امت کی تعلیم و تربیت اور نظم و وحدت کا موثر ترین ذریعہ بن گئی ہے، مثلاً وضو کی نیت و فضیلت اور اس کا استحضار، مساجد کی طرف جانے اور اس کے راستے میں پڑنے والے قدموں کی فضیلت، راستہ کی دعا، مسجد میں داخل ہونے کا ادب اور ذکر، تحیۃ المسجد یا سنن راتہ نماز کے انتظار کی فضیلت اور بیٹھنے کا ادب، جماعت کا ثواب، اذان و اقامت کا ثواب، امامت کی فضیلت و منصب اور اس کے احکام، امام کے اتباع کی تاکید، صفوف کی ترتیب اور صفوف میں کھڑے ہونے والے آدمیوں کی ترتیب، مساجد میں تعلیم و تعلم کے حلقوں کی فضیلت، ذکر کے حلقوں کی فضیلت، مسجد سے نکلنے کا ادب اور اس کا ذکر وغیرہ وغیرہ، ظاہر ہے کہ ان فضائل، نیز ان آداب ہدایات کے علم و عمل سے غافل کتنی مہتمم بالشان چیز اور تزکیہ و اصلاح، تعلیم و تربیت اور انابت و توجہ الی اللہ کا کیسا موثر ذریعہ بن جاتی ہے، پھر اس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازوں کی کیفیت، نوافل کے ذوق، قرآن مجید پڑھنے میں رقت و محویت کے واقعات کا (جو احادیث میں اہتمام کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں) اضافہ کیجئے اس مجموعہ سے امت کی نماز کس مقام تک پہنچ جاتی ہے اور اس کے لئے کیسا ذہنی اور روحانی ماحول تیار ہوتا ہے، صوم و زکوٰۃ و حج کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے، اور حدیث سے ان کے آداب فضائل، معمولات نبوی اور واقعات زندگی کو سمجھ کر کے غور کرنا چاہئے کہ اگر ان عبادات کو ان آداب و فضائل اور واقعات سے مجرّد منقطع کر لیا جائے اور ان کو اس ماحول سے جدا کر لیا جائے جو حدیث ان کے لئے ہمیا کرتی ہے اور جو اب حدیث کی بنا پر ان کے ساتھ لازم ہو گیا ہے تو ان کی تاثیر کہاں تک باقی رہتی ہے اور ان میں جذبات کو ابھانے، ذوق و شوق کو پیدا کرنے، استقامت عطا کرنے اور قلب و دماغ کو غذا اور جلا عطا کرنے اور

ایک ایسے نئے معاشرہ کی تعمیر کی جس کی اندر عبادت و تقویٰ و انابت کی روح سرایت کئے ہوئے ہو) کہاں تک صلاحیت باقی رہ جاتی ہے۔

قدیم مذاہب کے کس طرح اپنے انبیاء کے صحیح احوال و اقوال کو کم کر دیا؟

درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اور ارشادات و ہدایات (جس کا مجموعہ معروف نام حدیث و سنت ہے) دین کے لئے وہ فضا اور ماحول مہیا کرتے ہیں جس میں دین کا پودہ سرسبز و دلور ہو سکتا ہے۔ دین کسی خشک اسلامی ضابطہ یا قانونی مجموعہ کا نام نہیں، وہ جذبات و واقعات اور عملی مثالوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، ان جذبات و واقعات اور عملی مثالوں کا سب سے بہتر اور مستند نمونہ وہ ہے جو خود پیغمبر کی ذات سے متعلق اور اس کے حالات زندگی سے ماخوذ ہو، یہودی اور عیسائی بیوقوفانہ کے دوسرے مذاہب اس لئے بہت جلد مفلوج ہو کر رہ گئے کہ ان کے پاس اپنے پیغمبروں کی زندگی کے مستند واقعات اور ایمان آفریں کلام کا مجموعہ محفوظ نہیں رہا تھا، اور ان مذاہب کو وہ ذہنی ماحول اور فضا میسر نہیں تھی جس میں پیروان مذاہب دینی نشوونما اور روحانی بالیدگی حاصل کرتے، اور اذیت الحاح کے حلوں سے محفوظ رہتے، انھوں نے بالآخر اس کی ضرورت تسلیم کر کے اس خدا کو بیروان مذاہب و بیروان طریقت کے واقعات و محفوظات سے پر کیا، مگر اس "خاندان پیری" نے رفتہ رفتہ مذاہب کو بدعات و رسوم اور نئی نئی تفسیروں کا ایسا مجموعہ بنا دیا، جس میں اصل مذاہب کی تعلیم کم ہو کر رہ گئی، ان مذاہب و اقوام کی اپنے پیغمبروں کی سیرت اور مستند واقعات زندگی کے بارے میں سب بغض امتی و تہی و امنی اب ایک مسلمہ تاریخی حقیقت بن گئی ہے۔

خلا کو پر کرنے کی کوشش اور بزرگوں کے حکایا و ملفوظات کے مجموعے

اسی مقصد کے تحت تلمود کے صحیفے تیار ہوئے اور یہودیوں کا اس کی تلاوت و شرح اور مطالعہ سے اس قدر اشتغال بڑھا کہ توراہ کی حیثیت ثانوی رہ گئی، علماء یہود کے ایسے اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں جو تلمود کو عہد قدیم کے صحیفوں پر ترجیح دیتے ہیں تلمود کے ان صحیفوں میں طبعی طور پر اور بے بنیاد یہودی افکار اور خارجی اثرات قبول کرنے والے پست یہودی معاشرہ کے اثر سے بہت سے ایسے قصے کہانیاں داخل ہو گئیں جن کا تعلق محض خیال آرائی یا فحش اعتقادی اور اداہام پرستی سے ہے ان پر خدا کا یہ فرمان صادق آتا ہے "وَمَا يَذْكُرُوا اللَّهَ حَقَّ ذِكْرِهِ" (اور انھوں نے خدا کی قدر نہیں کی جتنی چاہئے تھی) عیسائیوں نے اپنے طور پر مختلف کتابیں تالیف کیں اور عہد جدید کے صحیفوں میں ان کا اضافہ کر دیا، اضافہ شدہ کتابوں میں رسولوں کے اعمال، پولس رسول کے خطوط، پیطرس کے خطوط، یوحنا کے خطوط اور یوحنا عارف کا مکاشفہ وغیرہ ہیں۔

برہمن اور قدیم ہندو مذہب کے پیروؤں کا زیادہ تر شغف "تلمود" سے رہا جو شرعی کرشمہ جی کے ملفوظات و اقوال پر مشتمل ہے، اسی طرح "رامائن" سے جو رام چندر جی کے تذکرہ اور حکایات کا

لے تلمود متنا اور حیرانہ کا مشترک نام ہے، جو زبانی شریعت اور یہودیوں کے دوسرے مذہب و رواج اور عادات پر مشتمل ہے تلمود کے نسخے جو... زیادہ سے زیادہ بڑی تقطیع پر بارہ جلدوں میں ہیں انھیں تفسیر و توحاشی پر مشتمل ہیں اور اکثر ہین (داثرۃ المعارف للبتانی) جیوش انسائیکلو پیڈیا میں ذکر کیا گیا ہے کہ تلمود اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ

وثنیت (بت پرستی) میں یہودیوں کے بڑے کوشش پائی جاتی تھی جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد ۱۱: ۱۲۱، ص ۵۹۹ - ۶۰۶

نہ اکیس برس پہلے ملاحظہ ہو کتاب مقدس میں پانا اور زیادہ نامہ (خطوط عربیہ ایڈٹ فارن، پبل سوسائٹی، ممبئی)

مجموعہ ہے نیز مہا بھارت اور اس طرح کے جنگی قصوں اور شاہناموں سے رہا یہی حال ایرانی مجوسیوں کا "اوستا" کی شرح "زندرافیسٹ" کے ساتھ ہے۔

یہ کتابیں ان مذاہب کے ماننے والوں اور ان قدیم مذاہب کو اپنے ابتدائی مبلغین اور داعیوں کی تعلیمات، ان کی زندگی و کردار ان کے حقیقی رجحانات سے واقف کرانے، ان کی زندگی اپنانے ان کے اسوہ پر عمل کرنے اور ان کی دعوت و عقیدہ کی حفاظت کا جذبہ بیدار کرنے سے قاصر رہیں، بلکہ انھوں نے فائدہ کم نقصان زیادہ پہنچایا، اور یہی کتابیں ان قوموں کے دینی ذوق کے فساد ان کی فطرت کے انحراف اور ہر اس چیز کی (جو تخیل پر مبنی حقیقت سے بہت دور اور فطرت سلیم سے ٹکرانے والی ہو) تقدیس و تعظیم و پرستش کی ذمہ دار ہیں ان قوموں کے ادب و زبان، ان کے خیالات و تصورات، ان کے معاشرے اور خواہشات و رجحانات پر ان کتابوں کا گہرا اور دور رس اثر پڑا، اور اب بھی قائم ہے، ان کتابوں نے تدریجی طور پر ان مذاہب بدعتوں، خرافات، دوزخ کا زمانہ و ملیات اور انتہا پسند مذہب نئی شرح و تفسیرات کا ایسا معجون مرکب بنا دیا جس میں ان مذاہب کی حقیقی تعلیمات اس طرح گم ہو گئیں جیسے سمندر میں سر کر کے ایک قطرہ۔

انبیاء سابقین کی سیرتوں اور حدیث و شیعہ نبوی کا ایک سری موازنہ

خدا کی مصلحت و حکمت، انبیاء سابقین کے سیر و حالات اور سیرت نبوی کے تقابل و موازنہ سے آشکارا ہوتی ہے، جب انسان اس سیرت اور دوسرے انبیاء کی سیرتوں کا تقابل اور موازنہ کرتا ہے تو اسے وہ قدیم سیرتیں، امم سابقہ کے جہل و تغافل اور تالیخ کے خونی حوادث کی تاریکیوں میں گم نظر آتی ہیں، اور یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ انھوں نے خاص زمانہ میں

ہدایت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور متخلل راہ کا کام کیا، لیکن ہمیشہ ان کے محفوظ رہنے اور قیامت تک کی نسلوں تک بے کم و کاست پہنچنے کی عملاً کوئی ضرورت نہ تھی۔

اس کے لئے ہمیں حضرت مسیحؑ کی سیرت کا مطالعہ ہی کافی ہے، حضرت مسیحؑ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے آخری نبی ہیں اور ان کی حلقہ گوشت ایک ایسی امت ہے جس کا علمی تصنیفی شغف تمام دنیا پر روشن ہے، اسی کے ساتھ اس کی محبت و عقیدت اپنے پیغمبر سے غلو و مبالغہ کی حد تک پہنچی ہوئی ہے، اور اس نے ان کو بشریت کے دائرہ سے نکال کر الوہیت کے دائرہ میں داخل کر دیا ہے، لیکن وہ بھی دنیا کے سامنے اپنے نبی کے صرف ایسے مختصر اور ادھوکے معلومات ہی پیش کر سکی جو کسی طرح ایک مکمل انسانی زندگی کی تصویر نہیں بناتے جسے انسان اپنی نبی زندگی میں سامنے رکھے، یا جس کی روشنی میں کوئی صالح معاشرہ وجود میں آسکے، ابھی کچھ دنوں پہلے تک مسیحی دنیا کا خیال تھا کہ ”عہد جدید“ یعنی انجیل، سیرت مسیحؑ کے آخری تین سال کے واقعات پر مشتمل ہے، لیکن اب محققین اور اس موضوع کے ماہرین اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ انجیل میں حضرت مسیحؑ کے پچاس دنوں سے زیادہ کے واقعات و معلومات کا مواد نہیں۔

فاضل پادری ڈاکٹر چارلس انڈرسن اسکاٹ (CHARLES ANDERSON SCOTT)

انسانکلوپیڈیا برٹانیکا میں اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں:۔

”یسوع کی سیرت لکھنے کی کوشش ہی سے صاف صاف دستبردار ہو جانا چاہئے اس کے

لئے سامان ہی موجود نہیں ہے، یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ جتنے ایام زندگی کے متعلق کچھ معلوم

موجود ہیں ان کی تعداد پچاس سے زیادہ نہیں ہے۔“

دوسرے انبیاء اور پہلے مذاہب کے رہنماؤں کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ ان کے واقعات اور نقوش حیات ماضی کے لمبے کے نیچے دفن ہو گئے ہیں اور ان کی وہ اہم کردہاں (جن کے بغیر تاریخ مکمل ہی نہیں ہو سکتی) اور جن کے بغیر اتباع و اقتداء کا کوئی قدم ہی نہیں اٹھایا جاسکتا) اس طرح گم ہیں کہ اب انھیں پانا ممکن نہیں ہے اور یہ بات حکمت الہیہ کے عین مطابق اور نظام عالم کے قوانین کے بالکل موافق معلوم ہوتی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخی کرداروں کی (جو نمونہ و مثال اور آئیڈیل کا کام دیں) ایک محدود عمر ہوتی ہے جس کے ختم ہو جانے پر ان افکار و نسل پس منسل کرنے کی کوئی افادیت نہیں رہ جاتی لیکن حسیان کی ضرورت باقی اور دائمی ہوتی ہے، تو وہ زمان و مکان کے انقلابات کے باوجود باقی رہتی ہیں، ان کا تسلسل قائم رہتا اور وہ سلاسل ہم و زندہ جاوید بن جاتی ہیں، جن کو کبھی زوال نہیں ہوتا اسلام کے آخری اور دائمی مذہب ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ یہ حادثہ اس کو پیش نہیں آیا جس ذہنی و روحانی ماحول میں اور جن ذہنی کیفیات کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے زندگی گزاری، حدیث کے ذریعہ اس پورے ماحول کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا گیا، بعد کی نسلیں اور صدیوں کے ایک آدمی کے لئے بالکل ممکن ہے کہ حدیث کے ذریعہ وہ اپنے ماحول سے اپنا رشتہ منقطع کر کے دفعتاً اس ماحول میں پہنچ جائے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس موجود ہیں، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصروف تکلم اور صحابہ کرامؓ کے گوش برآوازیں، جہاں احکام کے ساتھ عمل کی شکلیں اور عمل کی شکلوں کے ساتھ جذبات و کیفیات کے مناظر بھی نظر کے سامنے ہیں، جہاں اس کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایمان کس طرح کے اعمال و اخلاق، اوقیئین آخرت کس طرح کی زندگی پیدا کرتا ہے، یہ ایک ریچھ ہے

لے تفصیل کے لئے مولانا سید سلیمان ندوی کی گرانقدر کتاب خطبات مدارس کا دوسرا قسط اور چوتھا خطبہ ملاحظہ ہو۔

جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خانگی زندگی آپ کے گھر کا نقشہ آپ کے رات کے معمولات آپ کے گھروالوں کی معاشرت و معیشت اپنی آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے آپ کے سود کی کیفیت آنکھوں سے اور آپ کی دعا و مناجات کا زمزمہ کانوں سے سنا جاسکتا ہے پھر جو آنکھیں آپ کی آنکھوں کو اشکبار اور قدم مبارک کو متورم دیکھیں اور جو کان اس کثرت عبادت کی وجہ پوچھنے اور سوال کرنے پر یہ آواز سنیں کہ اخلا اكون عبدًا لشکولہ لعلی میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ ہوں؟ وہ غفلت کا کس طرح شکار ہو سکتے ہیں؟ جن آنکھوں نے کاشانہ نبوت میں دشمنی چھپنے پر لگا کر مہوتے نہیں دیکھا، جنھوں نے پیٹ پر پیچہ بندھا ہوا اور پشت مبارک پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے دیکھے، جس نے سونے سے پہلے بقیاراری کے ساتھ صدقہ کا بچا ہوا سونا راہ خیر میں خرچ ہوتے دیکھا، جس نے مرض و فاقہ میں چراغ کا تیل پڑوسی کے گھر سے قرض آتے ہوئے دیکھا، اس پر دنیا کی حقیقت کیسے چھپ سکتی ہے اور زبرد کا جذبہ اس کے اندر کیسے ابھر نہیں سکتا؟ جس نے آپ کو اپنے گھروالوں کی خدمت اپنے بچوں کے ساتھ محبت اپنے خادموں کے ساتھ رعایت، اپنے رفقاء کے ساتھ عنایت اور اپنے دشمنوں کے ساتھ تحمل فرماتے ہوئے دیکھا، وہ مکارم اخلاق اور اسانیت کاملہ کا درس اس در کو چھوڑ کر اور کہاں سے لینے جائے گا!

پھر اس ماحول میں صرف کاشانہ نبوت ہی کا دروازہ نہیں کھلا ہوا ہے جس سے دیکھنے والوں کو یہ سب نظر آتا ہے، بلکہ صحابہ کرامؓ کے گھروں کے دروازے بھی کھلے ہوئے ہیں اور ان کے گھروں کی زندگی و معاشرت ان کے دونوں کی تیش ان کی شبوا کا گداز ان کی بازاروں کی مصروفیت اور مسجدوں کی فراغت ان کی بے نفسی و تلہیت اور ان پر نفس انسانی کے حملے ان کا

انقیاد کامل اور ان کی بشری لغزشیں سب عیاں ہیں، یہاں ابو طلحہ انصاریؓ کے ایشیا کا واقعہ بھی آنکھوں کے سامنے گذرتا ہے، جب انھوں نے یہاں سے چرخ بھجا کر مہانوں کو شکم سیر اور خود کو بھوکا رکھا، حضرت کعب بن الکرک کے غزوہ تبوک سے پھیر جانے کا قصہ بھی سامنے آتا ہے جس میں انھوں نے اپنی کوتاہی کا بے تکلف اقرار کیا ہے کہ وہ محض "آج کل" اور ذرائع سفر کے موجود ہونے کی بناء پر اطمینان کی وجہ سے غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے ساتھ نہ جاسکے پھر توبہ کی قبولیت اور اعلان عفو سے پہلے ان کی وفاداری اور استقامت کا جس طرح امتحان ہوا، اور ان کے قلب محبت آشنا پر جو گزری اس کی انھوں نے بے کم و کاست رواد سنائی۔

اسی طرح ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ اپنی زندگی کا سب سے نازک زہرہ گداز اور قیامت خیز واقعہ (واقعہ افک) اپنی ذاتی و خاندانی صداقت و جرأت اور عربی بلاغت و قدرت بیانی کے ساتھ ساقی ہیں جس میں لطیف و غیور نسوانی حضور و احساسات ایمان و اعتماد اور رضا و فنا کی کیفیتیں بیک وقت اس طرح جھلک رہی ہیں کہ ادب و تاریخ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے اسی کے ساتھ ان کے والد ماجد ابو بکر صدیقؓ کے صبر و تحمل اور صلح من اشرار کے بارے میں ایشار و قربانی کی وہ مثال ملتی ہے جس سے مکرم اخلاق کے دفتر خالی ہیں اسی طرح حاطب بن ابی بلتعہ کی ایک بشری لغزش اور اجتہادی غلطی (جو فتح مکہ کے موقعہ پر پیش آئی تھی) احادیث صحیحہ کے اس دفتر میں چھپائی نہیں گئی کہ وہ بھی ایک زندہ انسانی معاشرہ کا پہلو اور فطرت انسانی کا خاصہ ہے جس سے سیکھنے والے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں اسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

ابو بخاری و مسلم نیز ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر آیت "وَلَا تُؤْثِرُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ بِغَيْرِ حَقٍّ" (المعشرہ)

سے صحیح بخاری کتاب المغازی۔ ۳۷۰ ایضاً

بے پایاں عفو، سابقہ خدمات اسلامیہ کی قدر و اعتراف اور اپنے خدام و جان نثاروں کی طرف سے مدافعت کا نمونہ بھی سامنے آتا ہے، جو سیرت و دعوت دونوں کے صحیفوں میں نمایاں جگہ پانے کے قابل ہے اور قائدین و مصلحین کے لئے چراغ راہ اور نشان منزل کا حکم رکھتا ہے۔ غرض یہ ایک ایسا طبعی و قدرتی ماحول ہے جس میں زندگی اپنے پورے تنوعات و حقائق اور انسانی فطرت اپنے تمام خصائص کے ساتھ موجود ہے اور حدیث نے اس کا پورا عکس لے کر قیامت تک کے لئے دور نبویؐ کو محفوظ کر دیا ہے۔

قرآن مجید کے ساتھ عہد نبویؐ کی اس تصویر کا باقی رہنا، اور نبوت کے کلام اور ماحول کا محفوظ رہنا، اسلام کا ایک اعجاز اور اس کا ایسا امتیاز ہے جس میں کوئی مذہب اور کوئی امت اس کی شریک و ہم نہیں، ایک ایسا مذہب جس کو قیامت تک باقی رہنا، اور تمام آنے والی نسلوں کو عملی نمونہ اور عمل کے جذبات و محرکات اور قلب و دماغ کو غذا فراہم کرنا ہے ماحول کے بغیر نہیں رہ سکتا، یہ ماحول حدیث کے ذریعہ محفوظ ہے، تدوین حدیث کا تاریخ پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک اتفاقی امر اور دور تنازعہ کی کوئی ”جدت“ نہیں ہے صحابہ کرامؓ کا عہد نبویؐ ہی میں کتابت حدیث کی طرف متوجہ ہونا اور بہت بڑی تعداد میں احادیث کا محفوظ کر لینا، پھر انھیں کے آخر دور میں تابعین کا تدوین و ترتیب کی طرف توجہ کرنا، پھر ایران و خراسان و ترکستان کے طالبین علم کے سمندر کا امنڈ آنا، اس کا جمع و حفظ حدیث سے عشق و شغف، ان کا غیر معمولی حافظہ، ان کا عزم و عالی ہمتی، پھر اسماء و رجال و قرن روایت کے مجتہدین کا پیدا ہونا جن کو اس کا ملکہ و اسخ، اور بصیرت کا ملہ حاصل تھی، پھر ان کا انہماک و خود فراموشی، پھر امت کی حدیث کی طرف توجہ، اور اس کی عالم اسلام میں لے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صحیح بخاری، کتاب المغازی۔

مقبولیت اور اشاعت یہ سب واقعات اس بات کا ثبوت ہیں کہ صحیح قرآن کی طرح اللہ تعالیٰ کو اس "صحیفہ زندگی" کو بھی محفوظ کرنا مقصود تھا۔

کتاب حدیث و سیرت کی صحت استناد اور ان کی جامعیت احتواء

مولانا سید سلیمان ندوی اپنی بے نظیر کتاب "خطبات مدراس" میں لکھتے ہیں :-

"جان ڈیون پورٹ صاحب نے سن ۱۸۹۷ء میں انگریزی میں سب سے زیادہ ہمدردانہ کتاب (APOLOGY FOR MOHAMMAD & THE QURAN) (محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن سے

معذرت) لکھی ہے اس کتاب کو وہ ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں :-

"اس میں کچھ شبہ نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے وقائع عمری محمد کے وقائع عمری سے زیادہ تر مفصل اور سچے ہوں۔"

ریورڈ باسورٹھ اسمتھ (BOB WORTH SMITH) نبیوات برٹش کالج آکسفورڈ نے

سن ۱۸۹۷ء میں محمد انبیا محمد کریم کے نام سے رائل اسیسیکوشن آف گرینڈ برین میں جو کچھ دیئے تھے اور جو کتاب کی صورت میں چھپے ہیں ان میں ریورڈ باسورٹھ اسمتھ نے نہایت غولی سے کہا ہے :-

"جو کچھ عام طور سے مذہب کی (ابتداء نامعلوم ہونے کی) نسبت صحیح ہے وہی

بدقسمتی سے ان تین مذہبوں اور ان کے بانیوں کی نسبت بھی صحیح ہے جن کو ہم کی بہتر

نام موجود نہ ہونے کے سبب تاریخی کہتے ہیں ہم مذہب کے اولین اور ابتدائی کارکنوں

کی نسبت بہت کم ادیان کی نسبت جنہوں نے ان کی محنتوں میں بعد کو اپنی محنتیں

لے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی فاضلانہ تصنیف "تدوین حدیث" شائع کردہ

مجلس علمی کراچی۔ ۱۸۷۷ء کتاب مذکور مطبوعہ ۱۸۷۷ء

ملائیں، شاید زیادہ جلتے ہیں، ہم زرتشت اور کنفیوشس کے متعلق اس سے کم جانتے ہیں، جو سولن اور سقراط کے متعلق جانتے ہیں، مونی اور بودھ کے متعلق اس سے کم واقف ہیں، جو ہم امبروس (AMBR0SE) اور سیزر کے متعلق جانتے ہیں، ہم درحقیقت مسیح کی زندگی کے ٹکڑے میں سے ٹکڑا جانتے ہیں، ان تیس برسوں کی حقیقت سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے جس نے تین سال کے لئے راستہ تیار کیا جو کچھ ہم جانتے ہیں، اس نے دنیا کی ایک تہائی کو زندہ کیا ہے، اور شاید اور بہت زیادہ کرے، ایک آئینہ ذیل لکھتا ہے، جو بہت دور بھی ہے، اور قریب بھی، ممکن بھی ہے، اور ناممکن بھی، لیکن اس کا کتنا حصہ ہے، جو ہم جانتے ہی نہیں، ہم مسیح کی ماں، مسیح کی خانگی زندگی، ان کے ابتدائی احباب، ان کے ساتھ ان کے تعلقات، ان کے روحانی مشن کے تدریجی ظہور، ایک بیک ظہور کی حقیقت ہم کیا جانتے ہیں، ان کی نسبت کتنے سوالات ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جو ہمیشہ سوالات ہی رہیں گے۔

لیکن اسلام میں ہر چیز متنازع ہے، یہاں دھندلا پن اور راز ہے، ہم تاریخ رکھتے ہیں، ہم محمد کے متعلق اس قدر جانتے ہیں، جس قدر یسوع اور منسٹر کے متعلق جانتے ہیں، میتاوجی، قرصی افسانے اور افوق الفطرت واقعات ابتدائی مصنفین میں نہیں، یا اگر میں تو وہ آسانی سے تاریخی واقعات الگ کئے جاسکتے ہیں، کوئی شخص یہاں نہ خود کو دھوکا دے سکتا ہے، اور نہ دوسرے کو، یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے، اور ہر ایک تک وہ پہنچ سکتی ہے!

پھر صرف صحت و استناد کا معاملہ نہیں، کتب حدیث اتنی واضح مفصل اور دقیق معلومات پر مشتمل ہیں، جن سے زیادہ کا تصور نہ انسانی عقل کر سکتی ہے اور نہ انسانی تاریخ کے عظیم افراد کے (جس میں انبیاء و مرسلین بھی شامل ہیں) حالات و واقعات کے محفوظ رکھنے کی کوششوں کا طویل تجربہ اس کی تائید کرتا ہے، سیرت کی کتابوں سے قطع نظر صرف حدیث و شمائل کی کتابوں پر ایک سرسری نظر ڈال لینا ہمارے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے، قارئین صرف انہی اہادیت کا جائزہ لے کر دیکھیں جو کتب صحاح میں حجۃ الوداع کے متعلق آئی ہیں، ان کو ان میں ایسی جزئیات و تفصیلات ملیں گی، جن کی کسی قریبی شخصیت کے حالات و واقعات کے دفتر سے بھی توقع مشکل ہے، ان کو ان روایات سے معلوم ہوگا کہ کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کے وقت خوشبو لگائی، اور کس نے لگائی، اور یہ کس قسم کی خوشبو تھی، اور کس طرح آپ نے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے قربانی کے جانور کو علامت کے طور پر پرکھ لگایا، اس کی تفصیل اور جگہ کی تعیین کا بھی علم ہوگا کہ آیا کوہان کے دائیں جانب چوکہ لگایا یا بائیں جانب اور پھر کیسے خون پونچھا، اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ کیسے آپ نے پچھلے گویا اور خیمہ مبارک کے کس حصہ پر لگوا دیا اور کہاں اور کس جگہ پر لگوا دیا، مدینہ اور مکہ کے درمیان کہاں کہاں آپ اترے، سفر میں کتنے دن لگے، یہ ساری معلومات اور اس طرح کی تمام تفصیلات و جزئیات آپ کو حاصل ہو سکتی ہیں، حالانکہ اس زمانہ میں نہ بیاض رکھنے کا رواج تھا، نہ روزناموں اور ڈائری لکھنے کا معمول، لیکن کوئی بھی معمولی سے معمولی واقعہ ایسا نہیں جو راولوں سے رہ گیا ہو، یہاں تک کہ آپ کو اس سانپ کا قصہ بھی معلوم ہوگا جو اس بھرے مجمع میں نکلا اور بچ کر نکل گیا، مارا نہ جاسکا، آپ کو اس کا بھی علم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ اس سفر میں

لے حدیث و فقہ کی اصطلاح میں اس کو "إشعار الہدیٰ" کہتے ہیں، ملہ عربی میں اس کو احتجام کہتے ہیں۔

سواری پر کس کو بٹھایا، اور اپنا ردِ لیت بنایا، حلاق کا کیا نام تھا، آپ نے موئے مبارک کس طرح تقسیم فرمائے کس کو دائیں حصے کے عنایت فرمائے، اور کس کو بائیں حصہ کے، اس کے علاوہ عرفات و منی میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خطبات و فرمودات اور وصیتیں جو بے کم و کاست محفوظ کی گئیں، اور آپ کے اس حکم کے مطابق "الا فلیتلع الشاهد الغائب" قرب مبلغ اوجی من سامع ان لوگوں تک بھی پہنچ گئیں، جو اس موقع پر موجود نہ تھے اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔

حدیث مسلمانوں کی مستند زندگی کے معیار و میزان کی حقیقت سے

حدیث نبوی ایک ایسی صحیح میزان ہے، جس میں ہر دور کے مصلحین و مجددینِ اسلامت کے اعمال و عقائد، رجحانات و خیالات کو تولد کئے گئے ہیں اور امت کے طویل تاریخی و عالمی سفر میں پیش آنے والے تغیرات و انحرافات سے واقف ہو سکتے ہیں، اخلاق و اعمال میں کامل اعتدال و توازن اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک قرآن و حدیث کو میک و تکت سامنے نہ رکھا جائے اگر حدیث نبوی کا وہ ذخیرہ نہ ہوتا جو معتدل کامل و متوازن زندگی کی صحیح نمائندگی کرتا ہے، اور وہ حکیمانہ نبوی تعلیمات نہ ہوتیں اور یہ احکام نہ ہوتے جن کی پابندی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسلامی معاشرہ سے کرائی تو یہ امتِ افراط و تفریط

لے صاحبِ نسیم الریاض نے ان خوش نصیب صحابہ کے نام بیان کئے ہیں جن کو حیات نبوی میں یثرف حاصل ہوا ہے ان کی تعداد ۳۷ بیان کی ہے مشہور محدث ابن مندہ نے اس تعداد میں اضافہ کیا ہے۔ ۷۵ جو شخص اس حج کے موقع پر موجود ہے وہ میری ہدایات و اقوال کو ان لوگوں تک پہنچا دے جو موجود نہیں بالکل ممکن ہے کہ جس نے بالواسطہ سنا ہو وہ اس زیادہ ان کا سمجھنے اور یاد رکھنے والا ہو جو موقع پر موجود تھا، اور بلا واسطہ سن رہا تھا۔

کا شکار ہو کر رہ جاتی اور اس کا توازن برقرار نہ رہتا، اور وہ علی مثال نہ موجود رہتی جس کی اقتداء کرنے کی خدا تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ترغیب دی ہے "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اسوہ حسنہ ہے) اور یہی امر آپ کے اتباع کی دعوت دی ہے "قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ" (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کرنے کا ایک ایسا عملی نمونہ ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہے اور جس سے وہ زندگی اور قوت و اعتماد حاصل کر سکتا ہے، اور یہ اطمینان کر سکتا ہے کہ دینی احکام کا زندگی پر نفاذ و صورت آسان، بلکہ ایک امر واقعہ ہے۔

حدیث اختلافت کی ایک طاقتور دلیل اور مصلحین و مجتہدین امت کی ایک نئی بیت گاہ

حدیث نبویؐ زندگی، قوت، اور اثر انگیزی سے بھر پور ہے اور ہمیشہ اصلاح و تجدید کے کام، فساد اور خرابیوں اور بدعتوں کے خلاف صف آرا اور برسرِ جنگ ہونے اور معاشرہ کا احتساب کرنے پر ابھارتی رہی ہے اور اس کے اثر سے ہر دور و ہر ملک میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اصلاح و تجدید کا جھنڈا بلند کیا، کفن بردوش ہو کر میدان میں آئے اور بدعتوں اور خرافات اور جاہلی عاداتوں سے کھلی جنگ کی، اور دین خالص اور صحیح اسلام کی دعوت دی، اسی لئے حدیث نبویؐ امت اسلامیہ کے لئے ایک ناگزیر حقیقت اور اس کے وجود کے لئے ایک لازمی شرط ہے، اس کی حفاظت ترتیب و تدوین، حفظ اور نشر و اشاعت کے بغیر امت کا یہ دینی و ذہنی، عملی و اخلاقی دوام و تسلسل برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔

سنت نبوی اور حدیث نبوی کے مجموعے ہمیشہ اصلاح و تجدید اور امت اسلامیہ میں صحیح اسلامی فکر کا سرچشمہ رہے ہیں، انھیں سے اصلاح کا بیڑا اٹھانے والوں نے تاریخ کے مختلف دوروں میں صحیح علم دین اور خالص فکر اسلامی اخذ کیا، انھیں احادیث سے انھوں نے استدلال کیا اور دین و اصلاح کی دعوت میں وہی ان کی سند اور ان کا ہتھیار اور سپر تھی، بدعتوں، فتنوں اور شر و فساد سے جنگ و مقابلہ کے معاملہ میں وہی قوت محرکہ و رافضہ تھی، آج جو بھی مسلمانوں کو دین خالص اور اسلام کامل کی طرف آنے کی پھر دعوت دینا چاہتا ہے، اور ان کے اور نبوی زندگی اور کامل اسوہ کے درمیان تعلق استوار کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اور جس کو بھی ضرورت اور زمانہ کے تغیرات، نئے احکام کے استنباط کرنے پر مجبور کرتے ہیں، وہ اس سرچشمہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

تاریخ کی معتبر شہادت اور اصلاح و تجدید کی تحریکوں میں حدیث و سنت کی بنیادی حصہ

اس حقیقت پر اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی حدیث و سنت کی کتابوں سے مسلمانوں کے تعلق اور واقفیت میں کمی آئی، اور طویل مدت تک یہ کمی باقی رہی تو داعیوں اور اخلاق کی تربیت، نفوس کا تزکیہ کرنے والے روحانی مربیوں کی کثرت، دنیا میں زہد اختیار کرنے اور کسی حد تک سنت پر عمل کرنے کے باوجود اس مسلم معاشرہ میں جو علوم اسلامیہ کے ماہرین اور فلسفہ و حکمت کے اساتذہ فن اور ادباء و شعراء سے الامال تھا، اور اسلام کے قوت و غلبہ اور مسلمانوں کی حکمرانی میں زندگی گزار رہا تھا، انت نئی بدعتوں عجیب رسم و رواج، اور اجنبی ماحول کے اثرات نے اپنا تسلط قائم کر دیا، یہاں تک کہ اندیشہ ہونے لگا کہ وہ جاہلی معاشرہ کا دوسرا ایڈیشن اور اس کا مکمل عکس بن جائیگا اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی اور حدیثِ حنفیہ صحیح ثابت ہوئی " لتتبعن سنن من کان قبلکم شبراً بشیر و ذراً عابداً راجعاً " (تم پچھلی امتوں کے راستوں پر قدم بقدیم چلو گے) اس وقت اصلاح کی آواز خاموش اور علم کا چراغ مٹانے لگا۔

دسویں صدی ہجری میں ہندوستان کے دینی حالات اور مسلمانوں کی زندگی کا جائزہ لیجئے جبکہ برصغیر ہند کے علمی و دینی حلقوں کا حدیثِ شریف اور سنت کے صحیح آخذ و مرجع سے تعلق تقریباً منقطع ہو گیا تھا، علم دین کے مراکز اور حجاز و یمن، مصر و شام کے ان مدارس جہاں حدیثِ شریف کا درس ہوتا تھا، کوئی رابطہ نہ تھا، اور کتب فقہ، اصول اور ان کی شرح اور فقہی باریکیوں اور موشگافیوں اور حکمت و فلسفہ کی کتابوں کا عام چلن تھا آسانی دیکھا جاسکتا ہے کہ کس طرح بدعتوں کا دور دورہ تھا، منکرات عام ہو گئے تھے اور عبادتوں اور تقرب الی اللہ کی کتنی نئی شکلیں اور نئے طریقے ایجاد کر لئے گئے تھے۔

راقم الحروف نے تاریخ دعوت و عزیمت کے حصہ چہارم میں دسویں صدی ہجری کے ایک مشہور و مقبول شیخ طریقت شیخ محمد غوث گویا ری کی کتاب "جواہر خمسہ" کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"گجرات کو مستثنیٰ کر کے جہاں علمائے عرب کی تشریف آوری اور برترین تشریفین کی آمد و رفت کی وجہ سے حدیث کی اشاعت ہو چکی تھی اور علامہ علی نقی برہان پوری، اور ان کے نامور شاگرد علامہ محمد طاہر بیہقی پیدا ہوئے تھے (دسویں صدی ہجری میں) ہندوستان صحاح ستہ اور ان مصنفین کی کتابوں سے نا آشنا تھا، جنہوں نے فقہ حدیث اور دینیت کا کام کیا، اور سنت صحیحہ اور احادیث ثابتہ کی روشنی میں زندگی کا

نظام العمل پیش کیا، ہندوستان کے ان مقامی روحانی فلسفوں اور تجربوں کا اثر اپنے زمانہ کے مشہور و مقبول شطاری بزرگ شیخ محمد غوث گویا رائی کی مقبول کتاب "بواہر خسرہ" میں دیکھا جاسکتا ہے، جس کی بنیاد زیادہ تر بزرگوں کے اقوال اور اپنے تجربات پر ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحیح احادیث کے ثابت ہونے یا معتبر کتب شائیں و سیر سے اخذ کرنے کو ضروری نہیں سمجھا گیا، اس میں نماز احزاب، صلوٰۃ العاشقین، نماز تنویر القبر، اور مختلف مہینوں کی مخصوص نمازیں اور دعائیں ہیں، جن کا حدیث و سنت سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

یہ صرف "بواہر خسرہ" کی خصوصیت نہیں، بزرگوں کے ملفوظات کے غیر مستند مجموعوں میں اس کی متعدد مثالیں مل سکتی ہیں، مثلاً کچھ کے لئے سجدہ تعظیمی کا عام رواج تھا قبروں کو کھلے طریقہ پر سجدہ گاہ بنایا گیا تھا، ان پر چراغ جلائے جاتے تھے، چادریں چڑھائی جاتی تھیں، ان کے گرد و پیش کا ادب حرم کی طرح کیا جاتا تھا، عرس و فاتحہ کے نام سے طرح طرح کے جشن منائے جاتے تھے، جن میں بہت بڑی تعداد عورتوں کی ہوتی تھی، صلوٰۃ غوثیہ، صلوٰۃ معکوس، نذر بغیر الشر، اولیاء و صلحاء کے نام پر، اور ان کی رضامندی کی نیت سے ذبح و قربانی، غیر الشر کے نام پر روزہ، اور ایسی کتنی بدعات (جن کے حدود و شرک سے مل جاتے تھے) مقبول عام و خاص تھیں، اولیاء و صالحین کے ایام پیدائش و وفات پر جلسے کئے جاتے تھے، اور میلے لگتے تھے۔

یہ صورت حال تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں امام ربانی حضرت شیخ احمد بن عبد اللہ سرہندی مجدد الف ثانی (م ۱۰۴۲ھ) جیسے ربانی علماء اور ائمہ صلیحین پیدا فرمائے،

۱۔ تاریخ دعوت و عزیمت حصہ چہارم ص ۲۴۲ ۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب تاریخ دعوت و عزیمت "حصہ چہارم باب ۱۱ ص ۲۴۳-۲۴۴"

جنہوں نے شعائر شرک اور غیر اسلامی ہندی رسم و رواج کا شدت سے مقابلہ کیا، بدعتِ حسنہ کی مطلقاً تردید کی، وحدۃ الوجود پر سخت نیکر کی، سنت پر عمل اور بدعت سے کھلی ہوئی جنگ کی دعوت دی اور ایک موقع پر وہ تاریخی الفاظ تحریر فرمائے جو اس قابل ہیں کہ انکو بار بار نقل کیا جائے :-

مخدوما، فقیرا تابِ سماعِ امثال مخدوما! فقیر کو ایسی باتوں کے سننے
ابنِ پنخان نسبتِ بے اختیارِ رگ کی تاب نہیں بے اختیارِ میری رگ
فاروقیم در حرکت ہی آید و فرصت فاروقی حرکت میں آجاتی ہے اور
تاویل و توجیہ آن نمی نہ نقل آن خفا تاویل و توجیہ کا موقعہ نہیں دیتی
شیخ کبیر مئی باشد یا شیخ اکبر کلام ایسی باتوں کے قائل شیخ کبیر مئی ہو
عربی علیہ علی آلہ الصلاۃ والسلام شیخ اکبر شامی ہمیں محمد عربی صلی اللہ
در کارست نہ کلام محی الدین ابن عربی علیہ السلام کے کلام کی ضرورت ہے
وصدر الدین قنوی و عبدالرزاق نہ کہ محی الدین ابن عربی صدر الدین
کاشانی مارا نص کارست نہ "بفص" قنوی، عبدالرزاق کاشانی کے کلام
فتوحات مدینہ از "فتوحات مکہ" کی ہمیں نصوص کی ضرورت ہے
ستغنی ساخته است۔
ہمیں فتوحات مکہ سے بے نیاز
کر دیا ہے۔

لہ کتابات امام ربانی۔ مکتوب نمبر ۱۵۱ ص ۱۲ مطبوعہ نوکشتراکان پورہ ۱۹۷۰ء۔ ۱۵ ابن عربی کی مشہور کتاب
"نصوص حکم" کی طرف اشارہ ہے ۱۶ ابن عربی کی دوسری مشہور کتاب "فتوحات المکیہ" کی طرف اشارہ ہے۔

ان ہی کے معاصر محدث جلیل شیخ عبدالحق (ابن سیف الدین بخاری) دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) نے ہندوستان میں حدیث شریف کی نشر و اشاعت اور اس کی تشریح و تدریس میں اپنی ساری کوششیں صرف کیں، ان دونوں کے بعد حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) اور ان کے مشہور اور زائدہ روزگار فرزندوں نے قرآن و حدیث کی تعلیم، صحیح اسلامی عقائد کے بیان اور دین خالص کی دعوت کی ذمہ داری سنبھالی اور صحاح ستہ کی تدریس، نشر و اشاعت اور تعلیمی نصاب میں ان کو نمایاں جگہ دینے کے سلسلے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی یہاں تک کہ مرکز اسلام سے ہزاروں میل دور اس گہی ملک میں حدیث کا بازار ایسا گرم ہوا اور یہ علاقہ طابعان علوم حدیث کا ایسا مرکز و مرجع بن گیا کہ دور دراز کے ممالک اور خود بلاد عربیہ سے علم حدیث کے شاہ تبحرین و طالبین نے یہاں آ کر فن حدیث کی تحصیل و تکمیل کی تھی۔

تیرھویں صدی کے پورے عالم اسلام میں اصلاح و تجدید کی سب سے زیادہ طاقتور اور اثر و تحریکیں ہندوستان میں ظہور پذیر ہوئیں قارئین کے لئے صرف حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کی ہمہ گیر اصلاحی تحریک کا مطالعہ کافی ہوگا جس نے اس ملک کو ایک نئے ملک اور اس قوم کو ایک نئی قوم میں تبدیل کر دیا اور جس کی بدولت ایمان و حمیت اسلامی جوش و ولولہ جہاد دین حنیف اور صحیح اسلامی عقائد کی دعوت کی ایسی تیز جہاں فرار اور فرار ہوئیں چلیں جن سے قرون اولیٰ اور عہد صحابہؓ کی یاد تازہ ہو گئی دین خالص کی اس دعوت

لے ملاحظہ ہو "نزہۃ الخواطر" ج ۵ یا حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ از پروفیسر خلیق احمد نظامی۔

۲۔ ملاحظہ ہو "نزہۃ الخواطر" ج ۷، ۸ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مؤلف کی تصنیفات "بیشرا احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ" ۱۔ "جہان کی پہلا آئی" یا رسالہ تحقیق و انصاف کی عدالت میں ایک مظلوم مصلح کا مقدمہ اور غلام رسولؐ کی تصنیف "بیشرا احمد شہیدؒ"۔

اور اصلاحی تحریک نے کتنی ہی مردہ سنتوں کو زندہ کیا، اور کتنی بدعات و خرافات اور جاہلی عادات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جو مسلم معاشرہ اور مسلمانوں کی طبیعتوں میں رچ بس گئی تھیں ان کے بعد ان کے خلفاء اور ان کے خلفاء کے خلفاء نے یہ سلسلہ جاری رکھا، یہ سب کچھ سنت کے اثر اور حدیث نبویؐ کی نشر و اشاعت کے طفیل ہوا، پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اگر علمائے اسلام کی دسترس میں کتب حدیث نہ ہوتیں اور سنتوں و بدعتوں میں تفریق و امتیاز کا یہ معتبر و سہل ذریعہ نہ ہوتا تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کے عہد سے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب (م ۱۲۰۶ھ) کے عہد تک مصلحین امت اور دین خالص کے مبلغین کا یہ سلسلہ وجود میں نہ آتا، مصلحین روزگار اور تصحیح عقائد و اصلاح رسوم کے علمبردار نظر نہ آتے جن میں سے چند کے (بطور مثال) نام پیش کئے جاتے ہیں، علامہ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۵ھ) امیر محمد بن اسماعیل صنعانی (م ۱۱۸۲ھ) احمد بن عبد الرحمن ادریسی حسی (م ۱۲۹۳ھ) مولانا عبدالشکور غزنوی انزلی (م ۱۲۹۸ھ) مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادی (م ۱۲۸۹ھ) مولانا غلام رسول (قلوہ سہان سنگھ پنجاب) (م ۱۲۹۱ھ) مولانا شمس الدین محمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) مولانا حسین علی ساکن واں بچھراں ضلع میان والی (م ۱۳۶۳ھ) مولانا مفتی علی گھانوی (م ۱۳۶۲ھ) جن کے نام اور کام سے پچھلی اسلامی تاریخ متور و معطر ہے۔

اسی شب و روز کے اشتغال بالحدیث اور اس کو زندگی کے مسائل میں حکم اور قول فیصل ماننے کا نتیجہ تھا کہ حضرت شاہ محمد اسحاقؒ (بن محمد افضل دہلوی - متوفی ۱۲۷۲ھ) نے جو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے اور درس و تدریس حدیث میں ان کے جانشین برحق تھے، ۱۲۵۵ھ

لے ملاحظہ ہو، ان کی کتاب "کاروان ایمان و عزیمت" شائع کردہ سید احمد اکید می لاہور۔

لے مذکورہ بالا حضرات کے حالات و خدمات کے لئے ملاحظہ ہو، ترجمہ "تاریخ احوال" ج ۷-۸۔

میں ایک طالب حق تھیں (محمد زباں خاں صاحب ٹیڑھیکم پور علی گڑھ) کے استفسارات کے جواب میں "مسائل العین فی بیان سنتہ سید المرسلین" کے نام سے فارسی میں ایک رسالہ تالیف فرمایا جس میں شادی و غمی کی ہندوانہ رسوم اور بدعات مروجہ ہندوستان کی (جو زیادہ تر تقریباً سے تعلق رکھتی ہیں) واضح اور فیصلہ کن انداز میں تردید فرمائی گئی ہے اس کتاب سے اس وقت کے ہندوستانی مسلم معاشرہ کو بڑا فائدہ پہنچا اور بہت سے خاندانوں نے اس کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنالیا، اور تقریبات شادی و غمی کے موقع پر سنت و شریعت کے احکام کی پابندی اختیار کی۔

اس سے پیشتر مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ نے "ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضرع" کے نام سے ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا، جو سنت و بدعت کی علی تعریف و تشریح کے موضوع پر بہترین رسائل و کتب میں شمار ہونے کے قابل ہے لیکن اس کا طرز متفقانہ عالمانہ اور اصولی ہے، اور اس سے اونچے پائے کے اہل علم ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں مسائل العین زیادہ عام فہم ہے اور اس کا تعلق ان بدعات و رسوم سے ہے جو اس وقت کے مسلم معاشرے میں عام تھیں، اور روزمرہ کی زندگی میں داخل ہو چکی تھیں۔

یہی حال دوسرے عرب ممالک عراق، شام، مصر، تونس، الجزائر، مراکش اور عجمی ممالک افغانستان اور ترکستان وغیرہ کا ہے۔

دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں افغانستان (کابل و ہرات و غزنی) کے علماء کے حالات پڑھئے، اور ان کی تصنیفات دیکھے، حمایت سنت و رد بدعت، علمی تحقیق اور مسائل کی تنقیح کا رنگ بہت کم نظر آئے گا، دفعۃً علامہ ملا علی قاری (علی بن سلطان محمد ہروی

لے یہ رسالہ پچاس صفحات پر مشتمل ہے اور پہلی مرتبہ ۱۳۱۲ھ میں مطبع مجتہبی دہلی سے شائع ہوا، اس میں چالیس رسوم مروجہ کے بارے میں حکم شرعی بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۴ھ کی شخصیت سامنے آتی ہے جنھوں نے حجاز جا کر وہاں کے محدثین عظام اور اساتذہ کبار سے کتب حدیث کا درس لیا، اور اس میں کمال پیدا کیا، کتب حدیث و فقہ کی شرح مسائل کی ترجیح، اور اپنے زمانہ کی بعض بدعات کی بلارور عایت ترمذی میں ان کا یہ مصلحانہ و متفقانہ رنگ صاف جھلکتا ہے، ان کو ان کے مطالعہ و تحقیق اور حق گوئی اور انصاف پسندی نے اس مقام تک پہنچا دیا کہ انھوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی حمایت کی، اور اس کی شہادت دی کہ وہ اکابر اہل سنت و جماعت اور اولیائے امت ہیں۔

عراق میں علامہ شہاب الدین السیوطی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ) صاحب "تغییر روح المعانی" اور ان کے پوتے محمود شکر بن عبد الرحمن شہاب الدین السیوطی (م ۱۳۴۲ھ) کا رنگ اپنے عہد کے علمائے عراق میں اسی درس و مطالعہ حدیث کے اثر سے بالکل مختلف و متناظر نظر آتا ہے۔

شام میں علامہ جمال الدین القاسمی (م ۱۳۳۳ھ) مصنف "قواعد التحدیث من فروع مصطلح الحدیث" و "تفسیر قاسمی" (۱-۱۲) کے اصلاحی رنگ کا اندازہ "اصلاح المساجد من البدع والعوائد" سے ہو سکتا ہے، وہ اپنے ہم عصر وہم وطن علماء میں (جن کا تمام تر اشتغال فقہ و علوم حکمت و ادب و تاریخ سے تھا) متناظر نظر آتے ہیں، مگر جامع ازہر اور علماء کبار کی موجودگی میں (جن کا علم حدیث سے اشتغال بہت کم رہ گیا تھا) بدعات کا عام شیوع تھا، مجلس میلاد، مولد حسین، مجالس تعزیت و فاتحہ خوانی (تاتم) اور صوفیہ و مشائخ کے حلقوں میں میسوں منکرات رائج تھیں، اور بیشتر علماء سکوت سے کام لیتے تھے، لیکن حدیث کے

لہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۲۷ علامہ سید رشید رضا مہری نے مفتاح کنوز السنۃ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ دسویں صدی ہجری کے بعد سے روشنائی علم حدیث میں بڑا انحطاط آ گیا تھا، اور چودھویں صدی ہجری میں تو یہ انحطاط اپنے آخری مرحلہ پر پہنچ گیا تھا (مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ ص ۱۲۱)

اثر اور سنت کی قوت بخیر نے مصر کے ایک عالم اور ازہر کے ایک تادشیح محمد خطاب سبلی کو پیدا کیا (۱۲۷۴-۱۳۵۲ھ) جنھوں نے مصر میں اصلاح بلند کیا، بدعت و منکرات کی ترویج کا نظم کام شروع کیا اور اس قصبہ کے لئے ۱۳۳۰ھ میں ایک جمعیت قائم کی جس کا نام "الجمعية الشرعية لتعاون العالمین بالکتاب والسنة المحمدية" تھا، واعظ اور مبلغ تیار کئے، جنھوں نے مصر کے قضا اور رہنماؤں کا دورہ کیا، مصر کی مساجد سے ان بدعت اور منکراتی باتوں کو خارج کیا جو مساجد کا ایک لازمہ بن گئی تھیں اور سنت کے مطابق عباد و فرائض کو ادا کرنے کا رواج عام کیا۔ خود ہندوستان میں علائے فرنگی محل میں (جس کا علمی تجربہ سلم ہے اور جن کا ترتیب یہاں انصاف ہندوستان افغانستان ترکستان میں کچھ منقول رائج ہے) فخر السائین مولانا عبدالحی فرنگی محلی (م ۱۳۴۰ھ) کا (روم مرویہ اور بدعت کے بارے میں) رنگ لگ نظر آتا ہے جس کے نمونے اُن مقامات میں دیکھے جاسکتے ہیں اور یہ ان کے استعمال یا حدیث اور تدریس و خدمت کتب حدیث کا نتیجہ ہے وہ خود حدیث بالسنعہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا انعام تھا کہ اس نے مجھے فنی حدیث وفقہ حدیث کی طرف خصوصی توجہ کی تو فیق عطا فرمائی۔

امت میں دینی ذوق اور اسلامی مزاج کا تسلسل و توارث

حدیث و سنت کی بدولت حیات طیبہ کا امتداد و تسلسل اس وقت تک باقی رہا، اور امت کو اپنے ہر دور میں وہ روحانی، ذوقی، علمی و ایمانی میراث ملتی رہی جو صحابہ کرامؓ کو براہ راست حاصل ہوئی تھی، اس طرح صرف عقائد و احکام ہی میں "توارث" کا سلسلہ جاری نہیں رہا بلکہ ذوق و مزاج میں بھی توارث کا سلسلہ جاری رہا، حدیث کے اثر سے عہد صحابہ کا

۱۷ حالات کے لئے ملاحظہ ہو "مذکورات سائے فی الشرق العربی" ۲۳-۲۵

۱۸ راقم نے اپنے سفر مصر ۱۹۵۱ء میں ان کی کوششوں کے اثرات دیکھے، اور ان کے تربیت یافتہ اصحاب اور خود ان کے صاحبزادہ شیخ امین خطاب ملاقات کی (ملاحظہ ہو شرق اوسط کی ڈائری)

”مزاج و مذاق‘ ایک نسل سے دوسری نسل‘ اور ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ تک منتقل ہوتا رہا اور امت کی طویل تاریخ میں کوئی مختصر سے مختصر عہد ایسا نہیں آئے پایا، جب وہ مزاج و مذاق‘ یکسر ناپید اور معدوم ہو گیا ہو، ہر دور میں ایسے افراد رہے جو صحابہ کرامؓ کے مزاج و مذاق کے حامل کہے جاسکتے ہیں، وہی عبادت کا ذوق، وہی تقویٰ و خشیت، وہی استقامت و عزیمت، وہی تواضع و احتساب نفس، وہی شوق آخرت، وہی دنیا سے بے رغبتی، وہی جذبہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، وہی بدعات سے نفرت، اور جذبہ اتباع سنت، جو حدیث کے مطالعہ و شغف کا نتیجہ ہے یا ان لوگوں کی صحبت و تربیت کا فیض ہے، جنہوں نے اس مشکوٰۃ نبوت سے روشنی حاصل کی ہو، اور اس میراث نبویؐ سے حصہ پایا ہو، امت کا یہ ذہنی و مزاجی توارث قرن اول سے اس چودھویں صدی ہجری کے عہد انحطاط و مادیت تک برابر قائم ہے۔

جب تک حدیث کا یہ ذخیرہ باقی، اس سے استفادہ کا سلسلہ جاری، اور اس کے ذریعہ سے عہد صحابہ کا ماحول محفوظ ہے، دین کا یہ صحیح مزاج و مذاق جس میں آخرت کا خیال، دنیا پر سنت کا اثر رسم و رواج پر، روحانیت کا اثر مادیت پر غالب ہے، باقی رہے گا، اور کبھی اس امت کو دنیا پرستی، سرتاپا مادیت، انکار آخرت، اور بدعات و تحریفات کا پوسے طور پر نشانکار نہیں ہونے دے گا، بلکہ اس کے اثر سے ہمیشہ اس امت میں اصلاحی و تجدیدی تحریکیں اور دعوتیں اٹھتی رہیں گی، اور کوئی نہ کوئی جماعت حق کی علمبردار اور سنت و شریعت کے فروغ کے لئے کفن بردوش رہے گی، جو لوگ امت کو زندگی، ہدایت اور قوت کے اس سرچشمہ سے محروم کرنا چاہتے ہیں، اور اس میں اس ذخیرہ کی طرف سے بے اعتمادی اور شک و ارباب پیدا کرنا چاہتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ وہ امت کو کیا نقصان پہنچا رہے ہیں!

اور اس کو کس عظیم سرمایہ اور کتنی بڑی دولت سے محروم کر رہے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ وہ اس امت کو اسی طرح سے "محروم الارث" منقطع الاصل، اور آوارہ گرد بنا چاہتے ہیں جس طرح یہودیت اور عیسائیت کے دشمنوں، یا حوادث روزگار نے ان عظیم مذاہب کو کر دیا، اگر وہ سوچ سمجھ کر ایسا کر رہے ہیں تو ان سے بڑھ کر اس امت اور اس دین کا دشمن کوئی نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ پھر اس مزاج و مذاق کو دوبارہ پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں جو صحابہ کرام کا امتیاز تھا، اور جو با تو کامل طور پر براہ راست صحبت نبوی سے پیدا ہو سکتا ہے، یا بالواسطہ حدیث کے ذریعہ جو اس عہد کا جیتا جاگتا مرقع اور حیات نبوی کا بولتا چلتا روزنامہ ہے، اور جس میں عہد نبوی کی کیفیات بسی ہوئی ہیں۔

انکار حدیث کے نئے محرکات و عوامل

مغربی نو مسلم فاضل محمد اسد (LEOPOLD WEISS) نے سنت سے دامن چھڑانے اور حدیث کا انکار کرنے کا حقیقی سبب (جس کے داعی اس دور میں پھر اس کا بیڑا اٹھا رہے ہیں) نئی نسل کی نفیات اور مغربی تہذیب کے غلبہ اور طاقت سے مکمل واقفیت کی روشنی میں بیان کیا ہے کہ مغربی تہذیب کی قدروں اور سپانوں اور اس کے طرز زندگی اور فیشن اور سنت نبوی میں کبھی گٹھ جوڑ نہیں ہو سکتا، اور اس زندگی کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گہری محبت اور آپ کی ذات پر مکمل اعتماد اور سنت کے مراجع اور تاحذ پر پورے یقین اور اطمینان پر مبنی ہو، مغربی تہذیب کی تعظیم و تقدیس اور اس کو علم انسانی کی آخری دریافت سمجھنے کے تصور کے ساتھ جمع نہیں کیا جاسکتا، غالباً بعض اسلامی ممالک کے حکام اور سیاسی لیڈران کے سنت پر حملہ اور انکار حدیث کا یہی سبب ہے محمد اسد

لکھتے ہیں :-

”آج جبکہ اسلامی ممالک میں مغربی تہذیب کا اثر و نفوذ بہت بڑھ چکا ہے، ہم ان لوگوں کے تعجب انگیز رویہ میں جن کو روشن خیال مسلمان کہا جاتا ہے، ایک اور سبب پاتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا، اور زندگی میں مغربی تہذیب کو اختیار کرنا ناممکن ہے، پھر موجودہ مسلمان نسل اس کے لئے تیار ہے کہ ہر مغربی چیز کو عزت کی نگاہ سے دیکھے اور باہر سے آنے والے ہر تمدن کی اس لئے پرستش کرے کہ وہ باہر سے آیا ہے، اور طاقتور اور چمکا رہے، مادی اعتبار سے یہ افرنک پرستی ہی اس واقعہ کا سبب بڑا سبب ہے کہ آج احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت کا پورا نظام رواج نہیں پا رہا ہے، سنت نبویؐ ان تمام سیاسی افکار کی کھلی اور سخت تردید کرتی ہے جن پر مغربی تمدن کی عمارت کھڑی ہے اس لئے وہ لوگ جن کی نگاہوں کو مغربی تہذیب و تمدن خیرہ کر چکا ہے، وہ اس شکل سے اپنے کو اس طرح نکالتے ہیں کہ حدیث و سنت کا بالکل یہ کہہ کر انکار کر دیں کہ سنت نبویؐ کا اتباع مسلمانوں پر ضروری نہیں، کیونکہ اس کی بنیاد ان احادیث پر ہے، جو قابل اعتبار نہیں ہیں، اور اس مختصر عدالتی فیصلے کے بعد قرآن کریم کی تعلیمات کی تحریف کرنا اور مغربی تہذیب و تمدن کی روح سے انھیں ہم آہنگ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔“

جو لوگ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ امت اسلامیہ کو اس حیات بخش، اور ہدایت و قوت عطا کرنے والے صاف و شفاف سرچشمہ سے (حدیث کے حجت ہونے اور اس کی

قدر و منزلت میں شکوک اور شبہات پیدا کرنے کے ذریعہ (محرّم) کو دیں اور اس پر سے امت کا اعتماد اٹھ جائے وہ اس عظیم نقصان سے شاید ناواقف ہیں، جو اس امت کو پہنچا رہے ہیں وہ شاید نہیں جانتے کہ اپنی اس نامحسوس کوشش سے وہ اس امت کو اپنی میراث سے محروم اپنے آغاز سے بے تعلق اپنی اصل سے سرکش و حیران بنا رہے ہیں، اور وہ معاملہ کر رہے ہیں جو یہودیت و مسیحیت کے دشمنوں نے، یا انقلاب زمانہ نے ان مذاہب کے ساتھ کیا، اگر وہ باہوش و حواس یہ کام انجام دے رہے ہیں تو اس امت اور اس دین کا ان سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں، کیونکہ اس کے بعد نئے سرے سے پھر اس نئی ذوق کو جو بدبختی سے کاٹا ڈلیا گیا تھا، وہ ذوق جو صحابہ کرامؓ کا امتیاز تھا، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی براہ راست صحبت یا اس حدیث پاک کے واسطے کے بغیر (جو اس عہد کی سچی تصویر اس عہد کی کیفیات سے ملے، اور اس کی غطریزیوں سے معطر ہے) پیدا نہیں کیا جاسکتا۔

فاضل مصنف محمد اسد نے اپنی کتاب میں جس کا عنوان ہے ”اسلام دورا ہے پر“ اسلام دشمنی کے حقیقی اسباب اور اس سازش کی خطرناکی جو مسلم معاشرہ کو اس بے بدل قوت سے محروم، اور اس بے نظیر خزانہ سے خالی کر دینا چاہتی ہے، بڑی اچھی تشخیص کی ہے وہ کہتے ہیں :-

”سنت نبوی ہی وہ آہنی ڈھانچہ ہے جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے اگر آپ کسی عمارت کا ڈھانچہ ہٹا دیں تو کیا آپ کو اس پر تعجب ہوگا کہ عمارت اس طرح ٹوٹ جائے جس طرح کاغذ کا گھر وندا“

لہٰذا اسلام دورا ہے پر“

انکار حدیث کا اثر اور اتباع سنت کی ضرورت اور اس کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے

وہ لکھتے ہیں :-

”لیکن یہ اعلیٰ مقام جو اسلام کو اس حیثیت سے حاصل ہے کہ وہ ایک اخلاقی، علمی،

انفرادی اور اجتماعی نظام ہے، اس طریقے سے (یعنی حدیث اور اتباع سنت کی

ضرورت کے انکار سے) ٹوٹ کر اور بکھر کر رہ جائے گا۔“

حدیث کے حجت، اور یقینی طور پر قابل اعتبار ہونے کے بارے میں شکوک و شبہات

پیدا کرنے اور سنت کے انکار کی دعوت دینے کے مختلف دوروں میں، مختلف پیمانوں پر اور

مختلف مذہبی، سیاسی اور شخصی اغراض و مقاصد سے اور شریعت اسلامی کی تنفیذ اور

دینی پابندی کی ذمہ داری سے فرماں کی خاطر نا عاقبت اندیشانہ کوششوں کے باوجود

ہمیشہ سنت کا علم بلند رہا اور اس کی حکومت جاری رہی، اسلامی معاشرہ کا خمیر حدیث

پاک سے تیار ہوا ہے، اور اس کے رگ و ریشہ میں حدیث سرایت کر چکی ہے اور اس طرح

اس کا جوہر و بدن بن چکی ہے کہ اس کو اسلامی معاشرہ کے جسم سے الگ کرنا اور محض قرآن کی

بنیاد پر کوئی نیا مکمل معاشرہ قائم کرنا ممکن نہیں، خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَأَنزَلْنَا

إِلَيْكَ الذِّكْرَ الْكُتُبَيْنَ لِلتَّائِسِ مَا نَزَّلَكَ إِلَيْهِمْ“ (اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ

وضاحت کے ساتھ ان لوگوں کے لئے اس کو بیان کر دیں، جو ان کے لئے نازل کیا گیا ہے)۔

حدیث نبویؐ کے ساتھ ہمیشہ مطالعہ، فہم و تحقیق اور اس کے مزاج و مآخذ کی نشر و اشاعت

اور اس کے مخطوطات و نوادری کی تحقیق و طباعت وغیرہ جیسی مختلف شکلوں میں اہتمام

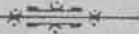
لے اسلام دور رہا ہے“ ملے تفصیل کے لئے کتاب السنۃ و مکانتھا فی التشريع الاسلامی

کا دوسرا باب ملاحظہ ہو جو مختلف ادوار میں سنت کے بارے میں پیدا کئے جانے والے شبہات کے بیان میں ہے ۱۲۳-۱۵۴

کیا جاتا رہا، اور اسلامی معاشرہ کا محاسبہ و جائزہ، دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، ونہی عن المنکر بدعتوں اور خرافات کی تردید، مغربی تہذیب کی اندھی تقلید، عقائدی، فکری اور تہذیبی ازدحام اور مغربی تمدن کو اپنی تمام خرابیوں و کمزوریوں، اور اسلامی زندگی کے مخالف عادات اور قوانین کے ساتھ اختیار کر لینے پر سخت نگیر کا سلسلہ ہمیشہ جوش و خروش سے اس بنیاد پر قائم رہا کہ سنت کو فیصلہ کن حیثیت حاصل رہی، اور احادیث نبویہ کو قرآن کے بعد دوسرا بنیادی ماخذ یقین کیا جاتا رہا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی ہر دور میں حق ثابت ہوتی رہی، لانزال طائفة من امتی طاہرین علی الحق لا یضرهم من خذلهم حتی یأتی امر الله وھم کذلک (میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے)۔

حدیث کی حجت میں شکوک و شبہات پیدا کرنے والے، اور انکار سنت کا علم بلند کرنے والے اس چراغ مصطفویٰ کو اپنی کمزور پھونکوں سے بجھانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں، یُرِيدُونَ لِيطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا



مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی چند اہم شاہکار تصنیفات

نبی رحمت مکمل
حدیث کا بنیادی کردار
معرکہ ایمان و مادیت
پرانے چراغِ حقین ہے
ارکانِ اربعہ
نقوشِ اقبال
کاروانِ مدینہ
فتاویٰ نیت
تعمیر انسانیت
حدیثِ پاکستان
اصلاحیات
میچھے باہلِ دل
کاروانِ زندگی (سات حصے)
مذہب و تمدن
دستورِ حیات
حیاتِ عبدالحی
دو متغیاتی تصویریں
تحفہ پاکستان
پاجاسراغِ زندگی
عالم عربی کا المیہ

تاریخ دعوت و عزیمت مکمل (چھ حصے)
مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر
منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین
دربائے کابل سے دریائے یرموک تک
تذکرہ فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ
تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات
تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب
مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں
نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں
جب ایمان کی بہار آئی
مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت
حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب
عصر حاضر میں دین کی تبیین و تشریح
ترکیب و احسان یا تصوف و سلوک
مطالعہ قرآن کے مبادی اصول
سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریاؒ
خواتین اور دین کی خدمت
کاروانِ ایمان و عزیمت
سوانح مولانا عبد القادر رائے پوریؒ

ناشر: فضیل رقی ندوی — فون 6601817 - 6600896

مجلسِ نشریاتِ اسلام ناظم آباد مینشن - ۱ کے سہ ناظم آباد کراچی

اسٹاک: مکتبہ ندوۃ قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی